نبی اکرم ﷺ کی خانگی زندگی کے مظاہر روایات ام سلمہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

The Prophet's personal life in the light of the traditions of Umm Salma - a research study

Dr. Saeed Ur Rahman
Visiting Faculty IBMS University of Agriculture Peshawar:
msaeedkhalil@gmail.com

Qurat ul ain Arshad
Lecturer & Focal Person, Department of Islamic Studies, Rawalpindi Women University, Rawalpindi:
qurat.arshad@f.rwu.edu.pk

Khushhall Shaheen
Visiting Lecturer Hailey College of Commerce, University of The Punjab, Lahore:
mphil2017itc@gmail.com

Abstract:
A person is an important member of the society, this important person is available to the society from the family. In the family, this person prays for the blessings of the parents, then there are his sisters, brothers, wife, husband, parents and relatives. Their behavior with them has an important role in the society, that is why the foundation of family and personal life is strong before the society. The best person is the one who proves to be beneficial to the society. The life of Prophet Muhammad (peace be upon him) has been described in the scope of Tayyaba and its different aspects. But his two qualities provide strength to establish the principles of the society. One of them is that he benefited the society. Any harm to the society. The second thing is that he not only set the principles for the best society, but also showed it possible by doing it himself. He was with the Prophet ﷺ in every part of his life. This discussion becomes more clear under the title of "Records of the personal life of the Prophet ﷺ in the light of Umm Salama."

Keywords: *Prophet's personal life. Manifestations. Traditions Umm Salma, Social problems. The best human being.*

انسان معاشرے کا ایک اہم فرد ہے، یہ اہم فرد معاشرے کو خاندان سے میسر آجاتا ہے۔ خاندان میں یہ فرد، والدین کی مرہوں منت ہوتا ہے، پھر اس کے بہن، بھائی، بیوی، شوہر، والدین اور رشتہ دار ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا رویہ معاشرے میں اہم رول کی حیثیت رکھتا ہے، اسی وجہ سے معاشرے سے پہلے خاندان اور خانگی زندگی کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ بہترین انسان ہو ہوتا ہے جو معاشرے کے سود مند ثابت ہو جائے۔

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کی وسعت اور اس کے مختلف گوشے سیرت میں بیان ہوئی ہے۔ لیکن ان کی دو حیثیتیں معاشرے اصول رلانے ک ے لیے تقویت فراہم کرتی ہے۔ ان میں ایک یہ ہے انہوں نے معاشرے کو فائدہ دیا۔ معاشرے کے لیے کوئی نقصان کا موجب نہ بنے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف بہترینمعاشرے کے لیے اصول مرتب کئے بلکہ خود بھی عمل کر کے ممکن دکھایا۔ سیرت کی کتابوں اور مغازی کے ابواب وفصول میں یہ بحث کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ ازواجِ مطہرات اس کی زندہ مثالیں ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ زندگی کے ہر محلے میں ساتھ رہے۔ ذیل میں " ﷺ کی خانگی زندگی کے مظاہر روایات ام سلمہ کی روشنی میں" کے عنوان سے یہ بحث مزید واضح ہو جاتی ہے۔

مفروضہ:

نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی کے پس منظر کو سمجھنے کیلئے درکار سیرت و کردار کا تعین نہیں کیا جاسکتا؟

مقصدِ تحقیق:

ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کی روایات کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی کے مظاہر واقعات کو معاشرتی، اخلاقی، اور فکری پہلوؤں سے مطالعہ کرنا۔ اس تحقیقی مطالعہ کا مفروضہ، سوال اور مقصدِ تحقیق کے تعین سے مختلف تاریخی مواد اور متون سے مواد جمع کیا جائے گا تاکہ نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی کے مظاہر و واقعات سے بہتر طریقے سے راہنمائی لی جاسکے۔

اہمیت وضرورت

نبی اکرم ﷺ کی خانگی زندگی کے مظاہر روایات ام سلمہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

انسان معاشرے کا ایک اہم فرد ہے، یہ اہم فرد معاشرے کو خاندان سے میسر آجاتا ہے۔ خاندان میں یہ فرد، والدین کی مرہوں منت ہوتا ہے، پھر اس کے بہن، بھائی، بیوی، شوہر، والدین اور رشتہ دار ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا رویہ معاشرے میں اہم رول کی حیثیت رکھتا ہے، اسی وجہ سے معاشرے سے پہلے خاندان اور خانگی زندگی کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ بہترین انسان ہو ہوتا ہے جو معاشرے کے سود مند ثابت ہو جائے۔ خانگی زندگی کے دائرہ کار کے حوالے سے ڈاکٹر سید عزیز الرحمن لکھتے ہیں:

"زندگی کے ان دائروں میں غالباً سب سے اہم دائرہ خانگی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ دائرہ پھر مزید چھوٹے چھوٹے دائروں میں تقسیم ہو جاتا ہے، کیوں کہ گھریلوں اور خانگی زندگی میں انسان کا واسطہ ان چند رشتوں سے پڑتا ہے، والدین، اہل خانہ، اولاد، اہل قرابت اور اپنے ماتحت، ان تمام رشتوں اور تعلقات کی نوعیت باہم مختلف ہے، اور انسانیت کا کمال یہ ہے کہ ان رشتوں کا امتیاز واختلاف برقرار رہتے ہوئے ان سے روابط کو استوار رکھا جائے، انسانی فطرت یہی کہتی ہے کہ ان دائروں میں کی حدود باہم نہ ٹکرانے نہ پائیں، اور ان رشتوں کا تقدس وحسن بھی اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے، جب ان کا امتیاز برقرار رہے"۔[1]

اس باب میں نہ افراط قابل قبول ہے نہ تفریط، یہاں حد درجہ احتیاط کے ساتھ اپنے فرائض کی انجام دہی کامیابی کی کلید ہے تو ذرا سی بے احتیاطی فلاح وکامیابی کے راستے سے بھٹکانے کے لیے کافی ہے۔ ایسے میں ہمارے نبی مکرم رسول رحمت ﷺ کی حیات طیبہ میں بہترین سبق موجود ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آپ ﷺ نے ان دائروں کی گردش کو کس طرح مسخر کیا؟ اور کس حسن تدبیر سے کام لے کر افراط و تفریط کے مابین راستہ بنایا، اور امت کے سامنے پیش کیا۔

---

[1] عزیز الرحمن، سید، ڈاکٹر، اسوۃ حسنۃ کے خانگی مظاہر، ششماہی، عالمی السیرۃ، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی، ص ۸

خانگی نظام:

انسان معاشرے کا ایک اہم فرد ہے، یہ اہم فرد معاشرے کو خاندان سے میسر آجاتا ہے۔ خاندان میں یہ فرد والدین کی مرہوں منت ہوتا ہے، پھر اس کے بہن، بھائی، بیوی، شوہر، والدین اور رشتہ دار ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا رویہ معاشرے میں اہم رول کی حیثیت رکھتا ہے، اسی وجہ سے معاشرے سے پہلے خاندان اور خانگی زندگی کی بنیاد مضبوط ہونی چاہیے۔

خانگی نظام کے دائرہ کار کے حوالے سے ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی لکھتے ہیں:

"انسان کی گھریلوں زندگی خاندان کی گرد گھومتی ہے، اس لیے آغاز میں خاندان کی اہمیت پر غور کرنا ضروری ہے، انسانی معاشرت کا جائزہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ کہ خاندان پوری انسانی زندگی کا اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ میاں بیوی، والدین، اولاد اور اہل قرابت سے تشکیل پاتا ہے اور اس کا نظام ایک اکائی کی صورت کام کرتا ہے۔ اس کے مثبت انداز میں سرگرم رہنے زے پورا معاشرہ راحت پاتا ہے، اور اس میں کسی جانب سے بھی زیادہ جھکاؤ آہستہ آہستہ پورے انسانی معاشرے کو متاثر کرڈالتی ہے، اس لیے خاندان کی کا استحکام اور صحیح بنیاد پر استوار ہو نانہایت ضروری ہے۔ خاندان کے ان اجزاء کا باہم مربوط رکھنے کے لیے اسلام نے واضح ہدایات دیئے اور رسول اکرم ﷺ نے اس سلسلے میں اپنے اسوۃحسنہ کی صورت میں مثالی نمونہ عمل عطاء فرمایاہے، جو ہر دور کے لیے قابل عمل ہے"۔[2]

---

[2]. سمیحہ راحیل، قاضی، ڈاکٹر، خاندان، تعارف ضرورت واہمیت، ص۹۵۔۹۶

خانگی زندگی کے دائرے کو سمجھنے کے لیے ڈاکٹر خالد علوی کے بقول:

''آپ ﷺ نے خاندان کو انتشار سے بچانے اور اسے استحکام بخشنے کے لیے باہمی حقوق و فرائض کا یک سلسلہ قائم کر دیا، جس پر عمل پیرا ہو کر انفرادیت پسندی، عدم اطمینان، پریشانی اور انتشار جیسے معاشرتی امراض کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، اسلام فرد اور جماعت کے تعلق میں جس توازن و اعتدال کا علمبردار ہے اس کا تقاضا ہے کہ خاندان کی حیثیت ایک اجتماعی اکائی کے طور پر قائم رہے تاکہ اجتماعی تربیت کا ابتدائی مرکز وسیع اور اجتماعی شعور اور فلاح کے لیے موثر کام کرے۔ حضور ﷺ کے اسوۃ حسنہ میں گھر کے جملہ عناصر ترکیبی مثلاً والدین، ازواج، اولاد اقربا اور غلاموں کے بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں''۔[3]

نبی اکرم ﷺ کی بشری زندگی کا جو پہلو انسان کو بہت متاثر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ہاں مرتبے کے تمام عظمتوں کے باوجود انسانی زندگی کے شائستہ مظاہر نظر آتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں ان کا جائزہ لیا جائے گا۔

والدین:

والدین انسان کے نہ صرف دنیا میں آنے کا سبب ہیں بلکہ اس کے اصل بنیاد اور ماخذ و مصدر سبھی کچھ ہیں، طبعی طور پر بھی انسان والدین کا بہت سی ان گنت چیزوں اور بے شمار شعبوں میں محتاج ہے، عادات، اطوار، اخلاق، لب و لہجہ، زبان و بیان، شکل و صورت، رسوم و رواج پسند و ناپسند وغیرہ کتنے ہی امور انسان میں والدین کی جانب سے

---

[3] خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل ﷺ، یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۴، انارکلی، لاہور، ص ۵۶۴۔۵۶۵

منتقل ہوتے ہیں، اور انسان پوری زندگی ان سے فیضیاب اور فائدے اٹھاتا ہے، اس لیے انسان پر والدین کے احسانات لامتناہی اور نہ ختم ہونے والے ہیں۔[4]

قرآن کریم نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے، جس کے مفہوم میں حسن سلوک اور ان کی اطاعت و تابعداری شامل ہے، پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ شریک نہ کرنے کی تلقین کرنے کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کا حکم دیا ہے۔[5]

ایک روایت میں آپ ﷺ نے والدین کی خدمت کو جہاد قرار دیا۔

عن عبد الله بن عمرو قال جاء رجل إلى النبى ﷺ يستأذنه فى الجهاد فقال أحى والداك قال نعم. قال ففيهما فجاهد[6]

---

[4] دیکھیے، عن أبى هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يجزى ولد والدا إلا أن يجده مملوكا فيشتريه فيعتقه/ الترمذى، ابو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ، "الجامع السنن"، كتاب البر والصلة، باب ماجاءفى حق الولدين، حديث: ۲۰۳۰/ ايضاً ابن ماجه حديث: ٣٦٥٩

[5] . وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ (اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو) (سورة النساء۴:۳٦)/ وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ (تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں 'اف' تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے ادب و احترام کے ساتھ بات کرو۔ اور ان کے لیے اطاعت کا بازو محبت سے جھکاؤ اور کہو کہ اے میرے پروردگار تو ان دونوں کے لیے پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا)۔ (سورة بنی اسرائیل ۲۳:۱۷۔۲۴)

[6] مسلم، امام، "الجامع الصحيح المسلم"، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين انهما احق به، حديث:٦٦٦٨/بخارى، امام، حديث:٥٩٧٢/احمد، امام، حديث:٦٨١١/ترمذى، امام، حديث:١٦٧٧

"حضرت عمر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا، کہ کیا میں میں جہاد میں شریک ہو سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا، کہ کیا تمہارے والدین (زندہ) ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ ہاں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر انہی میں جہاد کرو، یعنی ان کی خدمت کرو"۔

دوسری روایت میں آتا ہے۔

عن أبي أمامة أن رجلا قال يا رسول لله ماحق الوالدين على ولدهما ؟ قال هما جنتك ونارك[7]

حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ والدین تمہاری جنت بھی ہیں (اگر ان کے ساتھ حسن سلوک کرو) اور تمہاری دوزخ بھی (اگر ان کی نافرمانی کرو)۔

بحیثیت شوہر:

عفت و عصمت ان چیزوں میں سے ہے جن کی حفاظت اسلام کی بنیادی مقاصد میں ہے، عفت و عصمت کا جذبہ فطرت انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے، عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے اسلام نے نکاح کا پورا قانون وضع کیا اور اس پر چلنے کی ترغیب دی ہے۔ سورۃ نور میں فرمایا:

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ[8]

---

[7] سنن ابن ماجه، كتاب الادب، باببر الوالدين، حديث: ٣٦٦٢، ٣٦٦١

[8] سورة النور ٢٤:٣٢

"اور تم میں سے جو مجرد ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو، اور تمہارے غلام اور باندیاں جو نیک ہوں ان کے بھی (نکاح کر دیا کرو)"۔

"تعلیمات اسلام اعتدال کا دوسرا نام ہے، اسلام انسانوں کو نہ تو فرشتہ بننے پر مجبور کر دیتا ہے اور نہ وہ ان کا شیطان بننا گوارہ کرتا ہے، بلکہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے دائرے میں رہ کر زندگی گزارے اور یہی اس کا کمال ہے، وہ کھانا پینا بھی نہ چھوڑے اور روزے بھی رکھے، اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرے اور راحت و آرام بھی، شادی کر کے جنسی میلان بھی پورا کرے، مگر عفت و عصمت کی حفاظت کے وقت فرشتہ بھی بن جائے، گویا وہ ایک انسان ہو جس کے اندر ملکوتی صفات بھی ہوں اور انسانی اوصاف بھی، یہ بات انسانی مجد و شرف کے خلاف ہے کہ وہ اپنے دامن عفت کو آلودہ ہوتے ہوئے دیکھ کر برداشت کرے، جنسی میلان کی تکمیل اگر انسان کا پیدائشی حق ہے تو اسی ناجائز طریقوں سے اجتناب اس کا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے۔[9]

اسی بناء پر متعدد احادیث میں آپ ﷺ نے نکاح کی ترغیب فرمایا۔[10]

---

[9] ندوی، مفتاحی، محمد ظفر الدین، مولانا، "اسلام کا نظام امن" ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۳۴۷

[10] بخاری،کتاب النکاح،باب کثرة النساء۲:۷۵۸/ ابن ماجه،ابواب النکاح۲:۱۳۰/بخاری، کتاب النکاح،باب الاکفاء فی الدین۲:۷۶۲/ ابن ماجه ۱:۵۹۷/المستدرک للحاکم/ابو داوؤ،کتاب الطلاق۱:۲۹۶/ابن حبان، رقم الحدیث:۶۷۳/ "الجامع الصحیح" کتاب النکاح،باب مایکره من التبتل والخصاء،حدیث:۵۰۷۳/ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح،حدیث:۱۱۱۲/ "الجامع الصحیح" کتاب النکاح،باب لا ینکح الاب وغیره البکر والثیب الا برضاها،حدیث:۵۱۳۶/ 'سنن الترمذی"، کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح،حدیث/"الجامع الصحیح المسلم"،کتاب النکاح، باب ندب النظر الی وجه المرءة و کفیها لمن یرید تزوجها،حدیث:۳۵۵۰/ ،"سنن ابی داوؤ"، کتاب النکاح،باب ما یؤمر به من تزویج ذات الدین،حدیث:۲۰۴۹/ "صحیح سنن النسائی"،کتاب النکاح،باب معونة الله الناکح الذی یرید العفاف،حدیث:۳۲۱۸/ "صحیح سنن الترمذی"،کتاب النکاح،باب ماجاء اذاجاءکم من ترضون دینه فزوجوه،حدیث:۱۱۰۷/ " سنن ابی داؤد"،کتاب

"نکاح ایک کثیر المقاصد فریضہ ہے، جس پر خاندان کی عمارت استوار ہوتی ہے، دو افراد(مرد وعورت) سے مل کر بننے والا، چھوٹا سا اجتماعی دائرہ انسان کی معاشرتی حیات کا پہلا قدم ہے، نکاح کی حیثیت باہم مکمل رضامندی سے ہونے والے اس کھلے معاہدے کی سی ہے جسے پورے اعتماد کے ساتھ علانیہ طور پر کیا جاتا ہے۔ نکاح کے بغیر مرد وزن کا تعلق بدترین معصیت اور ایک ایسا جرم ہے جس کی سخت ترین سزا مقرر ہے، معاہدہ نکاح کے ذریعے دونوں اپنے اوپر بھاری ذمہ داریاں عائد کر لیتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے ان کے پابند ہو جاتے ہیں، اس رشتے کی وجہ جو ایک چھوٹی سی وحدت بنتی ہے، مرد اس کا نگران ہوتا ہے، اور اس حیثیت سے اپنے اہل وعیال کی دنیوی ضرورتوں اور اخروی فلاح ودونوں کا خیال رکھنا اس کے فرائض منصبی کا حصہ ہے جس کے لیے وہ جواب دہ ہے، اور بیوی اس کے زیر ہدایت گھر کا نظم ونسق چلاتی ہے اور اس حیثیت سے اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نہ صرف گھر کے اندرونی نظم ونسق کو سنبھالے بلکہ شوہر کی حقیقی رفاقت کرے اور اپنی عفت وعصمت کو پوری طرح محفوظ رکھے"۔[11]

چونکہ انسانی زندگی کا سب سے بڑا دائرہ اس کی گھریلوں زندگی ہے اور اس کا زیادہ وقت اپنے اہل وعیال میں گزرتا ہے، اسی لیے ہر شخص اپنے اہل وعیال سے گہری محبت بھی رکھتا ہے اور ان کے ساتھ ایثار وقربانی کا سلوک بھی کرتا ہے۔ آدمی چونکہ اہل خانہ کے ساتھ اپنا زیادہ وقت گزارتا ہے۔ اس لیے وہ غیروں کے سامنے تو اپنی وضع

النکاح،باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء،حدیث:۲۰۵۲/ بخاری ، امام ،"الجامع الصحیح" کتاب النکاح،باب قول النبی :"من استطاع منکم الباءة فلیتزوج، لانه اغض للبصر واحصن للفرج"حدیث:۵۰۵۶/ابن

[11] احمد، خورشید، پروفیسر، "اسلامی نظریہ حیات"، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، کراچی یونی ورسٹی، کراچی، ۱۹۹۳، ص ۴۱۷

اور بھرم بر قرار رکھ سکتا ہے مگر اپنے اہل خانہ اور خدمت گاروں کے سامنے یہ وضع او بھرم قائم رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ ان سے اپنی بد مزاجی، درشت خوئی، غصہ اور ایسے ہی دوسرے عیوب کو چھپا نہیں سکتا۔ مگر آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ، اسوہ حسنہ اور عادات و اطوار اور اخلاق کا ایک سب سے امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی خانگی زندگی میں ان چیزوں کا شائبہ تک نہیں ملتا۔[12]

رسول اکرم ﷺ بحیثیت شوہر بھی ہمارے لیے مثالی اسوۃ حسنہ رکھتے ہیں، جس سے روشنی حاصل کر کے ہم اپنے گھروں کو روشن تر کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں شوہروں کو حکم دیا گیا:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ[13] "انکے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو"۔

عن النبي صلى الله عليه و سلم قال خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي[14]

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سے زیادہ بہتر ہوں"۔

---

[12] عزیز الرحمن، سید، ڈاکٹر، اسوۃ حسنۃ کے خانگی مظاہر، ص۱۷

[13] سورۃ النساء۴:۱۹

[14] ابن ماجه ،امام، "ابن ماجه "، كتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء،حديث:۱۹۷۷/ایضاً ۱۹۷۸/ترمذی، ج،۵، ص،۴۷۵، رقم:۳۹۳۱/مستدرک للحاکم، ج،۳، ص،۳۵۲، رقم:۵۳۵۹

"حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں سے حسن سلوک کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان کے اعتبار سے مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے سب سے زیادہ حسن خلق والے ہو، اور تم میں سب بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے اخلاق کے لحاظ سے بہتر ہیں"۔[15]

نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک، پرہیز گاری اور صلح جوئی کی زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بیوی کے شوہر پر کیا حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أن رجلا سأل النبي صلى الله عليه و سلم ما حق المرأة على الزوج ؟ قال أن يطعمها إذا طعم وأن يكسوها إذا اكتسى ولا يضرب الوجه ولا يقبح ولا يهجر إلا في البيت [16]

"جب خود کھائے تو اس کو بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو بھی پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے اور اگر اس سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی تو یہ گھر کے اندر ہی ہو، یعنی خفا ہو کر گھر نہ چھوڑ دو"۔

عورتوں کے مزاج میں حساسیت، عجلت، ضد اور ان سے ملتی جلتی صفات کا تناسب زیادہ ہوتا ہے، یہ باتیں ان کی فطری ساخت اور مزاج کا حصہ ہیں، جن سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں، نہ انہیں تبدیل کیا جاسکتا ہے، لیکن بعض اوقات مرد حضرات خواتین کی نفسیاتی کیفیتوں کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی ضد کے

---

[15] الترمذی، امام، (۲۰۰-۲۷۹ھ) جامع السنن الترمذی ،کتاب، باب، حدیث:۱۱۶۵

[16] ابن ماجه ،امام، "ابن ماجه "، كتاب النكاح، باب حق المرءة على زوجها، حديث: ۱۸۵۰

مقابلے میں سختی سے کام لے کر ان کی ضد اور ٹیڑھے پن کو نکال دیں۔ ایسے مردوں کو آپ ﷺ نے ایک نہایت عمدہ تشبیہ کے ذریعے نصیحت فرمائی۔

وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا،فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ ،وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلاَهُ ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ،وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا[17]

"آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو کیوں کہ ان کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے، جس سے اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ تم جس قدر کام لے سکتے ہو لو۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اس کو توڑ ڈالو گے"۔

نبی اکرم ﷺ نے دوسری طرف خواتین کو بھی مردوں کی اطاعت و فرمان برداری کرنے اور انہیں خیر وفلاح کے راستے پر گامزن رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے عورت کو شوہر کی مکمل اطاعت کرنے کا حکم دیا اور یہاں تک فرمایا کہ

أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لو أمرت أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها[18]

"اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کا حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے"۔

أم سلمة تقول : سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول أيما امرأة ماتت و زوجها عنها راض دخلت الجنة [19]

---

[17] بخاری،امام، "الصحيح البخاری"، كتاب النكاح، باب الوصاة بالنساء،حديث: /٥١٨٤ ايضاً ٥١٨٦

[18] ماجه ،امام، "ابن ماجه "، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرءة،حديث:١٨٥٢/الترمذی، حديث:١١٦٢

"حضرت ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس عورت کا اس حالت میں انتقال ہوا کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا، تو وہ جنت میں داخل ہو گی"۔

"حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے"۔

ما استفاد المؤمن بعد تقوى الله خيرا له من زوجة صالحة إن أمرها أطاعته وإن نظر إليها سرته وإن أقسم عليها أبرته وإن غاب عنها نصحته في نفسها وماله[20]

"آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ کے بعد صالح عورت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ شوہر اس کو جو کہے وہ مانے اوجب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور اگر شوہر اس کو قسم دے کر کچھ کہے تو وہ اس کی قسم کو پوری کر دے، اور شوہر گھر پر نہ ہو تو اپنی عفت و عصمت اور اس کے مال کی حفاظت کرے"۔

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لیے اس حوالے سے بھی مثالی نمونے کی حیثیت رکھتی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بڑی ازدواجی زندگی گزاری، آپ ﷺ نے مختلف مصلحتوں کے پیش نظر کئی شادیاں کیں، اور ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ نو ازواج بھی آپ ﷺ کے عقد میں رہیں۔

---

[19] ایضاً، حدیث:۱۸۵۴

[20] ابن ماجه ،امام، "ابن ماجه "، كتاب النكاح، باب افضل النساء،حدیث:۱۸۵۷/مستدرک للحاکم،ج،۴،ص۱۹۳

"یہ ایک بڑی تعداد ہے، اور عام ماحول کو دیکھا جائے تو آپ ﷺ کی یہ زندگی بجائے خود آپ ﷺ کے کمال انسانیت اور نبوت کی دلیل ہے، آپ ﷺ نے نہ صرف بہترین زندگی خانگی زندگی کے لیے مکمل و جامع ہدایات عطاء فرمائیں بلکہ اعلیٰ ترین معیار کے مطابق اپنا اسوہ حسنہ بھی پوری دنیا کے سامنے پیش فرمادیا۔ آپ ﷺ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا۔ نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس برس اور آپ ﷺ کی عمر ۲۵ سال تھی، حضرت خدیجہ نے ۶۵ برس کی عمر میں وفات پائی اس طرح وہ پچیس سال تک آپ ﷺ کے ساتھ رہیں، ایک جانب عمروں کا یہ تفاوت پھر اتنی طویل رفاقت، اور آپ ﷺ کی زندگی کا وہ دور بھی آیا کہ قدم قدم پر آزمائشیں، مشکلات اور طرح طرح کے مصائب مگر یہ سارا زمانہ حسن معاشرت کا بہترین نمونہ ہے، اس دوران ذرا دیر کے لیے بھی کوئی ایسی بات پیش نہیں آئی، جس سے کسی قسم کی رنجش یا کدورت کا اشارہ مل سکتا، آخر ایک مثالی معاشرت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی"۔[21]

آپ ﷺ کے حسن معاشرت کی ایک اہم مثال یہ ہے کہ نو ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ مکمل طور پر یکساں تھا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ خود فرماتے تھے۔

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه و سلم يقسم بين نسائه فيعدل ثم يقولاللهم هذا فعلي فيما أملك . فلا تلمني فيما تملك ولا أملك[22]

---

[21] عزیز الرحمن،سید،ڈاکٹر،اسوۃ حسنۃ کے خانگی مظاہر،ص۲۰

[22] ابن ماجه ،امام، "ابن ماجه "، كتاب النكاح، باب القسمة بين النساء، حديث:۱۹۷۱/نسائی،احمد بن شعيب، ابو عبد الرحمن،(م۳۰۳ھ)،السنن الكبرى،دارلكتب العلميه،بيروت،۱۹۹۱ء،ج،۵،ص،۲۸۱،رقم:۸۸۹۱/ابن

"اے اللہ یہ میرا کام ہے اس امر میں جس کا میں مالک ہوں، اور جس امر کا تو مالک ہے اور مجھے اس بارے میں کچھ قدرت نہیں تو اس میں مجھے ملامت نہ کر"۔

جب کہ کاشانہ نبوی ﷺ کی جو مالی کیفیت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں، کئی کئی روز چولہا تک نہیں جلتا تھا اور کھجور وغیرہ پر گزارا ہوتا تھا، ایسے حالات میں عین ممکن تھا کہ کوئی بات خلاف مزاج آجاتی، لیکن آپ ﷺ کے حسن تدبر، مساوات پر مبنی برتاؤ اور کریمانہ طرز عمل نے ان حالات کو بھی تمام ازواج مطہرات کے لیے مسرت بخش بنادیا تھا۔

آپ ﷺ کے طرز عمل کی خوبی یہ تھی کہ آپ ﷺ کسی بات میں ازواج میں سے کسی کی حق تلفی یا کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور ان کے ساتھ نہایت عمدہ بہتر سے بہتر سلوک کرتے تھے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جن کی باری ہوتی تھی انہی کے گھر پر تمام ازواج مطہرات آجاتی تھیں اور دیر تک صحبت رہتی تھی۔ کچھ رات گئے سب رخصت ہو جاتی تھیں۔

عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه و سلم كان إذا سافر أقرع بين نسائه[23]

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں آپ ﷺ جب کسی سفر پر روانگی کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جس کا نام قرعے میں نکلتا انہیں ساتھ لے جاتے"۔

حالانکہ ازروئے شریعت آپ ﷺ اس کے پابند نہ تھے۔ لیکن ازواج مطہرات کی رعایت فرماتے ہوئے آپ ﷺ قرعہ اندازی فرماتے۔

ماجه ،ج،۲،ص،٦٢٧،رقم:١٩٧١/ترمذی،ج،٣،ص،٤٠٩،رقم:٢٠٢٣/احمد،ج،٧،ص،٢٥٠مصنف ابن ابی شیبه،مکتبه الرشد،ریاض،١٤٠٩،ج،٤،ص،٣٧،رقم:١٧٥٤١

[23] ابن ماجه ،امام، "ابن ماجه "، كتاب النكاح، باب القسمة بين النساء،حدیث:١٩٧٠/بخاری،امام،کتاب النکاح،باب القرعة بين النساء اذاسافر

اسلام نے اس دور جاہلیت میں جب کہ عورت ہر اعتبار سے پستیوں اور ذلتوں کا شکار تھی اسے بھرپور، مکمل اور مثالی حقوق عطاء کیے، آپ ﷺ نے خواتین کو معاشی تحفظ بھی فراہم کیا، چنانچہ قرآن حکیم میں عورتوں کے مہر کے بارے میں حکم ہوا۔[24] اور عورتوں کے نفقے کے بارے میں بھی فرمایا گیا:[25]

"ازواج مطہرات کے مابین آپ ﷺ کی تربیت اور برکت سے اتنے عمدہ تعلقات تھے کہ عام حالات میں ان کا تصور بھی ممکن نہیں۔ واقعہ افک میں چند منافقوں نے عفیفہ کائنات حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تو دیگر ازواج مطہرات خصوصاً ان ازواج کے لیے جو حضرت عائشہ کی ہمسری کے دعوے دار تھیں، یہ ایک عمدہ موقع تھا، لیکن جب آنحضرت ﷺ اس بابت ام المومنین حضرت زینب بنت جحش سے ان کی رائے جاننا چاہی تو باوجود اس کے کہ ان کی بہن حمنہ بھی مخالفین کے پروپیگنڈے کا شکار ہو چکی تھیں اور وہ خود بھی کئی حوالوں سے حضرت عائشہ کی ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھیں، انہوں نے صاف صاف الفاظ میں حضرت عائشہ کی حمایت فرمائی اور یہاں تک فرمایا:

و احمیٰ سمعی و بصری واللہ ما علمت الا خیراً[26]

"میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں، میں خدا کی قسم عائشہ کے متعلق سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتی"۔[27]

آنحضرت ﷺ کی ذاتی زندگی جس طرح سادگی کی مثال تھی، وہیں آپ کے اہل وعیال نے بھی آپ کی پیروی کا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں اکثر بڑے نازونعم میں پلی ہوئی اور بڑے گھرانوں سے

وَآتُواْ النِّسَاء صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا (اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں معاف کر دیں تو اُسے تم مزے سے کھا سکتے ہو) سورۃ النساء ۴:۴

عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدْرُهُ (خوش حال آدمی پر اپنی مقدرت کے مطابق نفقہ واجب ہے، اور غریب و تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق) سورۃ البقرۃ ۲:۲۳۶

[26] بخاری، ج،۲، ص۶۷۔۷۱

[27] عزیز الرحمن، سید، ڈاکٹر، اسوۃ حسنۃ کے خانگی مظاہر، ص۲۳

تعلق رکھتی تھیں، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کی محب کی برکت کی وجہ سے ان کا میلان کبھی بھی دنیا کی عارضی نعمتوں کی طرف نہیں ہوا۔ اسے آنحضرت ﷺ کی تربیت کا اثر اور محبت کی برکت ہی قرار دیا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ اولاد کے ساتھ:

خانگی زندگی کا تیسرا اہم دائرہ اولاد سے تعلق رکھتا ہے، انسانی معاشرے کا یہ وہ پہلو ہے، جس کے بغیر کوئی معاشرہ تکمیل نہیں پا سکتا، اس کی اہمیت اس امر کی متقاضی ہے کہ اسے دنیاوی زندگی میں اس کی اہمیت کے مطابق بھرپور حصہ دیا جائے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے قبل کسی ایسی آواز کا پتہ نہیں چل جو اس سلسلے میں دنیا کے کسی کونے سے بلند کی گئی ہو، اسلام سے پہلے والدین کو تو اپنی اولاد پر لامحدود اختیارات حاصل تھے مگر اولاد کا والدین پر کس طرح کا کوئی حق نہیں مانا جاتا تھا، یہ بھی آنحضرت ﷺ کے بے شمار امتیازات میں سے ایک ہے کہا اسلام نے اس بات میں بھی حقوق و فرائض کا توازن و تناسب قائم کیا اور بتایا کہ چھوٹوں اور بڑوں کی حدود اور ان کے حقوق و فرائض کے پیمانے بیشک جدا جدا ہیں مگر قانون کی رو سے کوئی بھی فرائض سے بالا تر نہیں، جس طرح بڑوں کے حقوق ہیں اور چھوٹوں پر اس حوالے سے کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اسی طرح چھوٹوں کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی بڑوں کے فرائض میں شامل ہے۔[28]

اللہ تعالیٰ نے والدین کو اولاد کے اس دنیا میں آنے کا باعث و ذمے دار بنایا ہے، اس لیے والدین کو اس امر کا پابند کیا ہے کہ وہ اولاد کشی کے کسی طریقے کو روا نہ رکھیں۔ اس مسئلے کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے ک قرآن حکیم میں شرک اور والدین کی نافرمانی کی حرمت کا بیان کرنے کے بعد اس کو بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

آپ ﷺ کا جامع ترین قول مبارک ہے، فرمایا: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا،(وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے)

[28].ابی داود، امام، " السنن ابی داود"، حدیث:۴۹۴۵/مستدرک للحاکم، ج،۱، ص،۱۳۱، حدیث:۲۰۹

قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُم مِّنْ إمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ [29]

" اے نبیؐ، ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں، یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے"۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی اولاد کو مار ڈالنے اور اس ڈر سے کہ کل یہ ہمارے اوپر بوجھ بنیں گے اس کو بھی عظیم گناہوں میں شمار کیا ہے۔[30]

والدین پر اولاد کا دوسرا اہم حق یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے۔

"حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، باپ پر بچے کا یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے"۔[31]

اور اگر نام کسی سبب سے مناسب نہ ہو تو بدل دینا چاہیے۔[32]

تیسرا اہم حق یہ ہے کہ اس کی جسمانی صحت اور نشو نما کا بھرپور خیال رکھے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ شیر خوارگی کے زمانے میں ماں اپنے بچے کو دودھ پلائے اور اگر ماں نہ ہو تو باپ پر رضاعت کا انتظام کرنا اور اس کی اجرت ادا کرنا فرض قرار دیا گیا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[29] سورۃ الانعام۶:۱۵۱.

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ ثُمَّ قَالَ أَيُّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ ،(ایک دفعہ ایک عبد اللہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ، سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ فرمایا شرک، پھر عرض کی اس کے بعد، فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی)

[30] بخاری، امام، "الصحیح البخاری"، کتاب الادب، باب قتل الولد خشیة ان یاکل معه، حدیث:۶۰۰۱/ایضاً کتاب التوحید، تفسیر سورة البقرة و سورة فرقان، کتاب المحاربین، /ایضاً الصحیح مسلم، کتاب الایمان

[31] مجمع الزوائد، ج،۸، ص،۹۳، حدیث:۱۲۸۲۹

عن عائشة أن النبی ﷺ کان یغیر الاسم القبیح ،(حضرت عائشہ سے روایت ہے فرماتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبیح ناموں کو بدل دیا کرتے تھے) ترمذی، امام، "السنن الترمذی"، کتاب الادب، باب ماجاء فی تغیر الاسماء، حدیث:۳۰۷۳ [32].

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ [33]

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں، یہ مدت اس کے لیے ہے جو چاہے رضاعت کی مدت پوری کرے"۔

جسمانی نشو نما کے بعد قرآن کریم نے اولاد کی تربیت کی طرف بھی توجہ دلائی۔[34]

اور آنحضرت ﷺ نے اولاد کی تعلیم اور تربیت کے فریضے کی جانب متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

"کہ کوئی والد اپنے بچے کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کو اچھی تعلیم دے"۔[35]

"نبی رحمت ہادی اعظم ﷺ کا اولاد سے تعلق بڑا قریبی نوعیت کا تھا، آپ کی اپنی بھی اولاد تھی، چار صاحبزادیاں تھیں، اور تین صاحبزادے (صحیح قول کے مطابق) صاحبزادے اگرچہ جلد وفات پاگئے، مگر ان سے تعلق کے بہت سے مظاہر اوراق سیرت میں محفوظ ہیں، پھر آپ ﷺ کے کئی نواسے اور نواسیاں تھیں، جن سے آپ کی الفت و تعلق قلبی کے بہت سے واقعات ہمارے سامنے موجود ہیں"۔[36]

آپ ﷺ بچوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے، بچوں پر آپ ﷺ کی شفقت و مہربانی کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لأَقُومُ فِي الصَّلاَةِ أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا ، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ ، فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلاَتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ[37]

---

[33] سورة البقرة٢:٢٣٣

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ،(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے)

[34] سورة التحريم٦٦:٦

[35] ترمذی، امام، "السنن الترمذی"، ج،٣، ص، حدیث:١٩٥٩/ابو بکر، احمد بن حسین، البیہقی، "شعب الایمان"، ج،٢، ص٢٥٦

[36] عزیز الرحمن، سید، ڈاکٹر، اسوۃ حسنۃ کے خانگی مظاہر، ص٢٦

[37] بخاری، امام، "الصحیح البخاری"، کتاب الاذان، باب، من اخف الصلوۃ عند بکاء الصبی، حدیث:٧٠٧

"کہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا خیال ہوتا ہے کہ میں لمبی نماز پڑھوں مگر نماز کے دوران کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز کو چھوٹا کر دیتا ہوں کیوں کہ مجھے یہ بات ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اس کی ماں پر سختی کی جائے"۔

آپ ﷺ کو اپنی نواسی امامہ بنت زینب اور حضرت حسن اور حضرت حسین سے بے حد محبت تھی۔[38]

بچپن میں ایک بار آپ ﷺ کی نواسی حضرت امامہ آپ کے کندھے پر تھیں اسی حال میں آپ ﷺ نے نماز پڑھائی،

وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عَاتِقِهِ ، فَصَلَّى فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا ، وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا[39]

جب آپ رکوع میں جاتے تو انہیں اتار دیتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تو انہیں پھر سوار کر لیتے"۔

آنحضرت ﷺ طبیعتاً رقیق القلب تھے اور کسی کو تکلیف میں دیکھ کر آپ آبدیدہ ہو جاتے تھے، ایک بار آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب نے پیغام بھیجا کہ میری بچی بستر مرگ پر ہے، آپ ﷺ تشریف لائے ،بچی کو آپ کی گود میں دے دیا گیا، بچی جان کنی کی عالم میں تھی، اور سخت مضطرب تھی، آپ ﷺ کی آنکھوں میں یہ منظر دیکھ آنسو آ گئے، حضرت سعد نے جو اس موقع پر موجود تھے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے، فرمایا:

"یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف ان پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں"۔[40]

عن ابَو هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ قَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا . فَقَالَ الأَقْرَعُ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا . فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ مَنْ لاَ يَرْحَمُ لاَ يُرْحَمُ ،(ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حسن کو بوسہ دیا۔اس وقت آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس تمیمی بیٹھے ہوئے تھے اس نے کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں چوما۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا)

[38] .بخاری،امام، "الصحیح البخاری"،کتاب الادب،باب رحمة الوالد و تقبیله و معانقته، حدیث:۵۹۹۷/ابوداؤد، کتاب الادب،باب فی قبلة الرجل ولده،حدیث: ۵۲۲۰

[39] بخاری،امام، "الصحیح البخاری"،کتاب الادب،باب رحمة الوالد و تقبیله و معانقته، حدیث:۵۹۹۶

آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک اور اہم واقعہ ہم سب کے لیے سبق آموز ہے، اور وہ دنیاوی تعلقات اور اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق کی حدود کی بہت عمدہ تشریح بھی کرتا ہے، آپ ﷺ کے صاحبزادی ابراہیم بچپن میں وفات پاگئے تھے،

حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا، جب ان کی علالت شدت اختیار کر گئی اور وقت آخر قریب آیا تو آپ ابو سیف کے ہاں پہنچے، ان کی اہلیہ ابراہیم کی رضاعی ماں تھیں، ابراہیم اس وقت جان کنی کی عالم میں تھے، یہ دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، عبد الرحمن بن عوف نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ رورہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ ،وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ ، وَلاَ نَقُولُ إِلاَّ مَا يَرْضَى رَبُّنَا ، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ[41]

"آنکھ روتی ہے، دل غمگین ہے، مگر ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو، اور اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی پر آزردہ ہیں"۔

لیکن آپ ﷺ کا اولاد اور بچوں سے یہ تعلق ایک فطری تھا، آپ ﷺ کے اسوۃ حسنہ اور تعلیمات کا پہلو بھی اپنے اندر جامعیت کی امتیازی شان کا حامل ہے، آپ ﷺ نے نہ صرف ان سے تعلق خاطر کا اظہار ہی نہیں کیا، بلکہ ہہ وقت ان کی تربیت بھی فرماتے رہے، اور ان کے شب وروز کی نہایت کڑی نگرانی بھی کرتے رہے۔

حضرت فاطمہ آنحضرت ﷺ کی محبوب ترین صاحبزادی ہیں، لیکن ان کی ہاں یہ محبت بھی انہیں دنیاوی نعمتوں کی فراہمی کے لیے مجبوری نہیں کر سکی، چکی پیس پیس کر ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑے گئے تھے اور گھر کے کام کاج تنہا کرنے کی بناء پر طرح طرح کے مشقتیں اٹھاتی تھیں، مگر ایک بار جب آپ ﷺ سے گھر کے کام کے لیے ایک لونڈی کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور فرمایا:

---

[40] بخاری، ایضاً، حدیث: ۵۹۹۷

[41] بخاری، امام، "الصحیح البخاری"، کتاب الجنائز، باب قول النبی انا بک لمحزونون، حدیث:۱۳۰۳

"یہ فقراء اور یتیموں کا حق ہے"۔[42]

ایک بار حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو سونے کا ہار دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو فرمایا:

فقال يا فاطمة أيغرك أن يقول الناس ابنة رسول الله

اے فاطمہ کیا تم لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے ہاتھوں میں آگ کی زنجیر ہے، یہ سن انہوں نے وہ ہار بیچ دیا۔ اس کی اطلاع جب آپ ﷺ کو ملی تو فرمایا:

فقال الحمد لله الذي أنجى فاطمة من النار[43]

اللہ کا شکر ہے جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات دی۔

ایک بار آپ ﷺ کی کسی سفر سے واپسی کی خوشی میں حضرت فاطمہ نے دروازے پر پردہ لٹکا دیا اور حسن و حسین کو چاندی کے کنگن پہنا دیئے، آپ ﷺ جب تشریف لائے تو یہ رنگ دیکھ کر واپس ہو گئے۔ حضرت فاطمہ نے آپ ﷺ کی ناراضگی ملاحظہ کر کے پردہ فوراً پھاڑ دیا اور حسنین کے ہاتھوں سے کنگن اتار ڈالے، حسنین روتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کہ یہ میرے اہل بیت ہیں، میں نہیں چاہتا کہ میرے اہل بیت دنیاوی لذتوں سے آلودہ ہوں۔[44]

اہل قرابت سے تعلق:

"انسان کی گھریلو زندگی میں اولاد کے بعد اہل قرابت کا درجہ ہے، اہل قرابت کی حدود بہت وسیع ہیں، اس میں وہ تمام اعزا شامل ہیں جو کسی بھی رشتے کی رو سے قرابت رکھتے ہوں، پھر ان میں سے جو جس قدر قریب ہو گا اسی قدر ہمارے حسن سلوک کا مستحق ہو گا، اسلام تمام اہل قرابت کو ایک دوسرے کا دلی خیر خواہ، ہمدرد، مددگار اور غم گسار دیکھنا چاہتا ہے، اسی لیے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر رشتے داروں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، اوور

---

[42] شبلی ،نعمانی، سید، سلیمان ندوی، "سیرت النبیؐ"، دارالاشاعت ،کراچی، ج،۲، ص۲۶۳

[43] نسائی، امام، "سنن النسائی"، کتاب الزینة، باب کراہیة النساء فی اظہار الحلی والذہب، حدیث: ۵۱۴۰

[44] نسائی، امام، "سنن النسائی"، کتاب الزینة، باب کراہیة النساء فی اظہار الحلی والذہب، حدیث: ۵۱۴۰، ۵۱۳۹، ۵۱۳۸، ۵۱۳۷، ۵۱۳۶

احادیث بنوی ﷺ میں صلہ رحمی کی بار بار تاکید فرمائی گئی ہے۔ لیکن اس میں یہ فرق بھی شریعت محمدی ﷺ نے ملحوظ رکھا ہے کہ تعاون صرف نیکی میں اور بھلائی کے کاموں میں ہو گا، وہ تمام امور جن کی بنیاد معصیت پر ہو جو کسی بھی نوع کی خالق کی نافرمانی یا مخلوق کی حق تلفی پر مبنی ہو وہ صلہ رحمی کے دائرے میں نہیں آتے، اسلام نے خون کے رشتوں کو تقدس عطا کرنے، ان کا احترام قائم رکھنے اور ان کی بنیاد پر صحت مند معاشرے کی تشکیل کے لیے بہت سے اقدامات کئے ہیں"۔[45]

اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک اللہ تعالیٰ کے ان خاص احکام میں سے ہے جن کا انسان سے عہد لیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ[46]

" یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا"۔

ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ، مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے، آپ ﷺ نے فرمایا:

تَعْبُدُ اللَّهَ لاَ تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا ، وَتُقِيمُ الصَّلاَةَ ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ ،ذَرْهَا[47]

---

[45] عزیز الرحمن، سید، ڈاکٹر، اسوۃ حسنۃ کے خانگی مظاہر، ص۲۹

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ ، قَالَتِ الرَّحِمُ هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ نَعَمْ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَهُوَ لَكِ، حضرت ابو ہریرۃ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:(اللہ تعالی نے جب مخلوق پیدا کی اور اس عمل سے فارغ ہو گیا تو رحم نے عرض کیا کہ یہ اس کا مقام ہے جو قطع رحمی سے تیری پناہ مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ہاں کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں اس سے جوڑوں جو تم سے اپنے آپ کو جوڑے اور اس سے توڑ لوں جو تم سے اپنے آپ کو توڑے، رحم نے کہا کیوں نہیں اے رب، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پس یہ مقام تمہارے لیے ہے)/

[46] بخاری، امام، "الصحیح البخاری"، کتاب الادب، باب من وصل وصله الله، حدیث:۵۹۸۷ / سورة البقرة۲:۸۳

[47] بخاری، امام، "الصحیح البخاری"، کتاب الادب، باب فضل صلة الرحم، حدیث:۵۹۸۳

"اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز پوری ادا کرو، زکواۃ دو اور قرابت داروں کا حق ادا کرو"۔

حضرت ابو ہریرۃ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ[48]

"جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے"۔

حضرت ابو بکرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لی الله عليه وسلم مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ تَعَالَى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ[49]

"کوئی گناہ ایسا نہیں کہ خدا اس کے مرتکب کو بہت جلد دنیا ہی میں اس کا بدلہ یا عذاب دے آخرت میں بھی اس کے عذاب کو جمع رکھے مگر دو گناہ ہیں، امام وقت (مسلمان حکمران) کے خلاف بغاوت اور قطع رحمی"۔

"رسول اللہ ﷺ جس طرح زندگی کے دوسرے معاملات میں حقوق و فرائض کے توازن و تناسب کو اہتمام کے ساتھ قائم کرنے کی تاکید فرماتے تھے، اور پھر خود عملی طور پر اس پر عمل پیرا ہو کر دکھاتے تھے، آپ کی یہی شان جامعیت اس معاملے میں نمایاں ہیں، آپ ﷺ کا طرز عمل اس باب میں یہ تھا کہ آپ نے آغاز کار ہی سے لوگوں کی صلح جوئی اور صلہ رحمی سے کی تاکید کی اور یہ ایک تاریخی حقیقت اور امر واقعی ہے کہ آپ ﷺ کی کاوشوں کے نتیجے میں دنیائے عرب کا وہ حصہ جو آپ سے قبل طرح طرح کے اختلافات، فسادات، لڑائیوں اور خون ریزیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، متحد و متفق امت واحد میں تبدیل ہو گیا، اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے گروہی

---

[48] بخاری، امام، "الصحیح البخاری"، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم، حدیث:۵۹۸۵

[49] ابی داود، امام، "السنن ابی داود"، کتاب الادب، باب فی النہی عن البغی، حدیث:۴۹۰۴

تعصّبات کا خاتمہ کیا، قبائلی منافرتوں کو ختم کیا اور خاندانی اختلافات کو دور کیا، یہ سب باتیں اہل قرابت میں بھائی چارے کے فروغ اور مستحکم تعلقات کے احیاء میں معاون ثابت ہوئیں"۔[50]

آنحضرت ﷺ نے اپنے اعزو اقارب کے ساتھ بھی خاص حسن سلوک پر مبنی طرز عمل اختیار کیا، آپ ﷺ نے آغاز دعوت ہی میں رشتے داروں کو اسلام کی دعوت دی۔ انہیں نام بہ نام پکار کر ان تک اسلام کا پیغام پہنچایا، پھر جب کلمہ حق بلند کرنے کے سبب آپ ﷺ پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے اور طرح طرح کی مشکلات سے آپ ﷺ کے لیے راہ زیست تنگ کی گئی، تب بھی آپ نے جوابی کاروائی کے طور پر کوئی قدم ایسا نہیں اٹھایا جن سے مشرکین مکہ کو کوئی نقصان اٹھانا پڑتا، جن میں آپ کے قریبی عزیز بھی شامل تھے۔ اور جو خود آپ ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھے، پھر جب یمن کے سردار ثمامہ نے ایمان لانے کے بعد اہل مکہ کو غلے کی فراہمی بند کر دی تو اہل مکہ نے آپ ﷺ سے درخواست کی انہوں نے آپ کو یہی لکھا کہ آپ توصلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، ہم آپ کے رشتے دار ہیں، آپ ﷺ ثمامہ سے کہہ کر ہمارا غلہ بحال کروادیئے، آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول کرلی اور حضرت ثمامہ کو اہل مکہ کا غلہ بحال کرنے کا حکم دیا۔[51]

غزوہ حنین کے موقع پر جب مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اسیر ان جنگ مسلمانوں کی تحویل میں آئے، تو آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیماء بھی آپ کے پاس لائے گئیں، انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں، آپ ﷺ نے علامات سے انہیں پہچان لیا تو انہیں کہا کہ اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ رہ سکتی ہو، اور اگر اپنی قوم میں واپس لوٹنا چاہو تو یہ ممکن ہے، میں پوری عزت کے ساتھ رخصت کروں گا، چنانچہ انہوں نے دوسری صورت کو پسند کیا اور آپ ﷺ نے انہیں تحائف کے ساتھ رخصت کیا۔[52]

---

[50] عزیز الرحمن، سید، ڈاکٹر، اسوۃ حسنۃ کے خانگی مظاہر، ص ۳۰

[51] بخاری، ج، ۳، ص ۵۶/ حلبی، ج، ۳، ص ۱۷۲

[52] ابن کثیر، عماد الدین، "البدایہ والنہایہ"، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۱، ج، ۴، ص ۳۹۳

اور بیہقی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر اپنی چادر ان کے لیے بچھادی اور فرمایا کہ جو مانگو گی تمہیں ملے گا، اور جس چیز کی سفارش کرو گی وہ پوری ہو گی۔[53]

غزوہ بدر کے موقع پر جو قیدی گرفتار ہو کر مدینہ لائے گئے، ان میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ ان تمام قیدیوں کو باندھ کر رکھا گیا، رات کو بندش کی سختی کے سبب حضرت عباس کے کراہنے کی آواز آئی، آنحضرت ﷺ کی سماعتوں تک پہنچی تو آپ کی آنکھوں سے نیند جاتی رہی، جب صحابہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سبب دریافت کیا، آپ ﷺ نے وجہ بتادی، صحابہ کرام حضرت عباس کی بندشیں کھولنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اس موقع پر انہیں امتیازی طور پر کسی سہولت سے فیض یاب نہیں کیا، بلکہ فرمایا کہ سب قیدیوں کی بندشیں کھول دو۔[54]

نوفل بن حارث آپ کے چچا زاد بھائی تھے۔ آنحضرت ﷺ وقتاً فوقتاً ان کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ ان کو شادی کی خواہش ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے ایک خاتون سے ان کی شادی کا اہتمام کیا، ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں تھا، آنحضرت ﷺ نے ابو رافع اور ابو ایوب کے ہاتھ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی اور اس کے بدلے تیس صاع جو لے عطاء کیے۔[55]

حضرت عبد اللہ آپ کے چچاز حضرت عباس کے صاحبزادے ہیں وہ بچپن ہی سے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے تھے، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ان کو بلا کر فرط محبّت سے آغوش عاطفت میں بٹھادیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی:

اللهم بارک فیه وانشر نه[56]

"اے اللہ اس پر برکت نازل فرما اور اس سے علم کی روشنی پھیلا"۔

---

[53] ایضاً "البدایه والنهایه"، ج،۴، ص۳۹۳

[54] ابن کثیر۔عماد الدین، "**السیرة النبویة**"، داراحیاء، التراث العربی، ۱۹۷۵، ج،۲، ص۴٦۲/ حلبی، ج،۲، ص۴۵۸

[55] مستدرک للحاکم، ج،۳، ص۲۴٦

[56] ابن حجر، العسقلانی، " الإصابة في تمییز الصحابة، "، مکتبه تجاریه، مصر، ۱۹۳۹ء، ج،۲، ص۳۲۳

اپنے ماتحت کے ساتھ رویہ:

ملازمین اور ماتحت لوگ ہماری معاشرت اور گھریلو زندگی کا لازمی جز ہیں، وہ ہمارے ساتھ زندگی کا بہت اہم و بڑا حصہ گزارتے ہیں، اور ہماری ضرورتوں کی تکمیل کا بڑی حد تک ان پر انحصار ہوتا ہے، لیکن یہ قدرت کا نظام ہے اور فطرت کا قانون کہ کچھ لوگ جو ہم ہی جیسا وجود رکھتے ہیں، ہماری طرح کے اعضاء کے مالک ہوتے ہیں، ان کی تشکیل بھی اسی مادے سے ہوتی ہے، جس سے طبقہ اشرافیہ کے کسی اعلیٰ ترین فرد کی ہوتی ہے، لیکن چونکہ قدرت کو اس کائنات کا نظام بر قرار رکھنا ہے، اس لیے سماجی اعتبار سے تفاوت قائم کر کے معاشرت کے نظم و نسق کو قائم کیا گیا ہے، یہ ایک ناگزیر ضرورت تھی، مگر اس کی بناء پر کسی طبقاتی تقسیم کی گنجائش پیدا نہیں کی جاسکتی، نہ سماجی مراتب کو کسی کے اعلیٰ یا ادنیٰ ہونے کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ قرآن کریم نے عزت و احترام کی کسوٹی تقوے کو قرار دے کر باقی تمام راستوں کو بند کر دیا ہے، حسب و نسب کی بھی حکمت بیان فرمایا کہ یہ طبقاتی تقسیم کے لیے نہیں بلکہ تعارف اور پہچان کے لیے ہے۔[57]

"جس طرح موجودہ دور میں خادم اور ملازم خاندان کا لازمی حصہ شمار کیا جاتا ہے۔ ماضی میں اس سے کہیں بڑھ کر اہمیت غلاموں کو حاصل تھی، دور جاہلیت میں غلام ایک بالکل بے بس مخلوق تھی، جس کا کوئی پرسان حال نہ تھا، نبی رحمت ﷺ نے اپنے اسوۃ حسنہ کے ذریعے انسانیت کی جبیں سے غلامی کے اس بد نما داغ مٹانے کی بھرپور کوشش فرمائی ہے۔ آپ ﷺ ہی انہیں سب سے پہلے انسانیت کے دائرے میں لے کر آئے ہیں، آپ نے لوگوں کو بتایا کہ یہ بھی تمہاری ہی کی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، ان کے بھی کچھ حقوق تمہارے ذمے ہیں"۔[58]

آنحضرت ﷺ غلاموں سے خصوصی شفقت فرماتے تھے، ارشاد مبارک ہے:

---

[57] سورۃ الحجرات ۱۳:۳۹

[58] عزیز الرحمن، سید، ڈاکٹر، اسوۃ حسنۃ کے خانگی مظاہر، ص ۳۴

مَنْ لاَءَمَكُمْ مِنْ مَمْلُوكِيكُمْ فَأَطْعِمُوهُ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَاكْسُوهُ مِمَّا تَكْتَسُونَ وَمَنْ لَمْ يُلاَئِمْكُمْ مِنْهُمْ فَبِيعُوهُ وَلاَ تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللَّهِ[59]

"جو غلام تمہارے مزاج کے مطابق ہو تو جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ اور جو ناموافق ہوں انہیں بھیج دو اور خلق خدا کو عذاب نہ دو"۔

آنحضرت ﷺ کی ملکیت می جو غلام آتے تھے آپ ان کو ہمیشہ آزاد فرماتے تھے لیکن وہ حضور ﷺ کے احسان و کرم کی زنجیر سے آزاد نہیں ہو سکتے تھے ،ماں باپ، قوم قبیلے اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر عمر بھر آپ کی غلامی کو شرف جانتے تھے،زید بن حارثہ ایک غلام تھے، آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا،انہیں ان کے والد لینے آئے لیکن وہ آستانہ رحمت پر باپ کے ظل عاطفت کو ترجیح نہ دے سکے اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔[60]

ملازموں ،غلاموں سے حسن سلوک کے زمرے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انہیں تکالیف نہ دی جائیں، خصوصا طاقت سے زیادہ بوجھ ان پر نہ لادا جائے ،نہ انہیں کسی ایسے کام کا مکلف بنا جائے جو ان کی استطاعت سے باہر ہو، نبی اکرم ﷺ نے غلامون پر تشدد سے منع فرمایا ہے:

عَنْ أَبِى مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ أَضْرِبُ غُلاَمًا لِى فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِى صَوْتًا « اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ ». قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى مَرَّتَيْنِ لَلَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ ». فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ النَّبِىُّ -ﷺ- فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللَّهِ. قَالَ « أَمَا إِنَّكَ لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ أَوْلَمَسَّتْكَ النَّارُ[61]

"ایک بار ابو مسعود اپنے غلام کو مار رہے تھے، نبی اکرم ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے یہ دیکھ پیچھے سے آواز دی، کہ اے ابن مسعود جان لو اللہ تم پر اس سے زیادہ اختیار رکھتا ہے جتنا تم اس پر رکھے ہو،

---

[59] ابی داود،امام ،"السنن ابی داود"، کتاب الادب، باب فی حق المملوک ، حدیث:٥١٦٣

[60] ابن سعد،"الطبقات الکبری"،ج٣،ص٤٠۔٤٧

[61] ابی داود،امام ،"السنن ابی داود"، کتاب الادب، باب بی حق المملوک ، حدیث:٥١٦١

انہوں نے فوراً عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ اللہ ک رضا کے لیے آزاد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی"۔

ایک جانب نبی رحمت ﷺ کا یہ اسوۃ حسنہ ہمارے سامنے موجود ہے، دوسری جانب ہمارا اپنے ملازموں اور ماتحتوں کے ساتھ رویہ ہے، دونوں کا تقابل کر کے دیکھئے کہ کیا ان میں کوئی مناسبت بھی ہے؟ اور ہمارا کردار اور طرز عمل نبوی اسوۃ حسنہ سے کس قدر میل رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام:

اسلام کے عطا فرمودہ نظام معاشرت میں ہر دائرہ اپنے اپنے مقام پر مکمل بھی ہے اور ایک دوسرے سے باہم مربوط بھی، اسلام کا خانگی نظام بھی اسی بناء پر تمام پہلوؤں کے ساتھ باہم ربط و ارتباط رکھتا ہے، خانگی زندگی کے مختلف دائروں کا کردار اسوۃ حسنہ کی روشنی میں ان کے فرائض و حقوق ک ایک خاکہ سامنے آتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے گھریلو امور کو اس انداز کے استوار رکھے کہ اس کے نتیجے میں کسی بھی کی حق تلفی نہ ہو، نہ اس کے اپنے نفس کا حق مارا جائے، نہ والدین کو اس سے شکایت ہو، نہ اہل خانہ اور اولاد اس سے ناخوش ہو، نہ ملازمین سے اس کا رویہ ان کے لیے ناقابل برداشت ہو، یہ سب باتیں اسی صورت میں میں پیدا ہو سکتی ہیں، جب انسان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا اسوۃ حسنہ کامل صورت میں موجود ہو۔

اس مقصد کے لیے اسلام انسان کے اندر سب سے پہلے خوف خدا پیدا کرتا ہے، اور اس کے ذہن میں ی حقیقت پیوست کر دیتا ہے کہ انسان ہر صورت میں اپنے رب کے سامنے اپنے تمام امور کے لیے جواب دہ ہے، اسلام یہ قانون بھی پیش کرتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے اپنے امور کی جواب دہی کرنی ہے، اور ہر شخص اپنے کیے کا خود ہی ذمے دار ہے، اس کی اچھائیاں اسی کے کھاتے میں لکھی جائیں گے، اور اسے اپنی کوتاہیوں اور برائیوں کا خمیازہ بھی خود ہی بھگتنا ہو گا۔[62]

---

[62] حم السجدۃ ۴۱:۴۶

نبی اکرم ﷺ نے بالکل واضح الفاظ میں فرمایا کہ ہر شخص اپنی اپنی حدود میں ذمے دار ہے، اوراس کی ذمے داریوں ی بابت اس سے ضرور پوچھ گچھ ہو گی۔ اور یہی مفہوم حدیث میں بھی ہے۔[63]

گھریلو معاملات اسوۃ حسنہ تعلیمات نبوی ﷺ سے روگردانی کے سبب انتشار و مسائل کا شکار ہیں انسان کی گھر کے حوالے سے اولین خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے لیے جائے امن اور مقام راحت و سکون واطمینان ثابت ہو، لیکن جب گھر کا نظام درست نہج پر استوار نہیں رہتا تو وہاں سکون واطمینان کی تلاش ایک نہ پوری ہونے والی خواہش اور دم توڑتی ہوئی امید بن جاتی ہے، یہ چیز انسان کو ذہنی اور جسمانی طور پر مزید مسائل ومشکلات سے دوچار کر دیتی ہے، اس کا حل صرف ایک ہے، اسوۃ حسنہ کی روشنی میں اپنے معاملات، طرز عمل، رویوں اورانداز زیست کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور ان تمام کو تاہیوں خامیوں اور فرد گزاشتوں پر قابو پانے کے لیے فوری طور پر کوشش شروع کی جائے، جن کا اب تک ہم شکار رہے ہیں، اس مقصد کے لیے اسلام عملی زندگی کی اصلاح کا مسلسل درس دیتا ہے۔

[63] بخاری، امام، "الصحیح البخاری"، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ والمدن، حدیث:۸۹۳